P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۱ | یکم دسمبر سنہ ۱۹۵۲ع | مدیر- قاضی عبد الغفار | ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۲۳

کچھ اپنی باتیں

پردے اٹھ رہے ہیں

علاقائی تحریک کے شروع ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک تو وہ اپنے مخالفوں کی توجہات سے محروم رہی --- شاید اس لئے کہ آسے بے نتیجہ، کمزور اور بے اثر سمجھا گیا اور ہمارے مہربان احباب یہ سمجھے کہ یہ ایک عارضی ابال ہے جو خود ہی ختم ہو جائیگا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ حکومت کا اقتدار اردو زبان کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ ایک ڈری ہوئی اور سہمی ہوئی اقلیت کی یہ مجال کہاں ہوگی کہ وہ حکومت کے مسلک کے خلاف میدان میں آئے۔ لیکن رفتہ رفتہ جب تحریک بڑھنے لگی تو ان حضرات کو محسوس ہونے لگا کہ انکا خیال صحیح نہ تھا اور علاقائی تحریک تو ایک عوامی تحریک کا رنگ اختیار کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر اب یہ مہربان احباب گھبرائے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب صرف ٹنڈن جی یا انکے ہم خیال لوگوں کے چند اخباری بیانات اور تقریروں سے اس تحریک کو دبانا ممکن نہ ہوگا۔ اسکے لئے اب ایک منظم محاذ کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ادھر تو ساہتیہ سمیلن نے اپنے جلسوں میں رزولیوشن پاس کرنے شروع کئے اور ادھر ہندی اہل قلم کی ایک جماعت نے جو غالباً علاقائی تحریک کی حقیقت سے بالکل واقف نہیں ہے اور سیاسی بازیگروں کے اشاروں پر کام کر رہی ہے الہ آباد میں ایک مخالفانہ قرارداد منظور کی۔ ایک دوسرے گوشے سے کانگریس کے عہدہ داروں نے کانپور میں جمع ہو کر اس تحریک پر ایک بھولا ایٹم بم گرا دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ اترپردیش کی کانگریس میں بھی اب ایک ہم آہنگ جماعت اس میدان میں اردو کے خلاف جارحانہ اقدامات کرنے پر آمادہ ہے --- اس طرح سب پردے ہٹ گئے اور معلوم ہو گیا کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ اور دفعہ ۳۵۰ کو نظر انداز کر کے اردو زبان کے علاقائی حقوق کو پامال کرنے کی ایک منظم مہم شروع کی جا رہی ہے۔

جن لوگوں نے علاقائی تحریک شروع کی تھی انکے تو خیال و گمان میں بھی یہہ بات نہ تھی کہ اردو کو ہندی کا حریف اور رقیب قرار دیکر اس تحریک کو فرقہ واری رنگ میں رنگا جائیگا۔ وہ مطمین تھے کہ علاقائی زبانوں کے متعلق ہمارے ملک کے دستور کا جو منشا ہے اسکے مطابق ہر علاقائی زبان کو اپنی ترقی اور حفاظت کی تدابیر اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور انکا ضمیر اس لئے بھی مطمین تھا کہ وہ اپنے خیال و گمان میں بھی سرکاری زبان کے خلاف بالید خواہ نہ تھے لیکن یہہ کیا معلوم تھا کہ اس دستوری حق کو آئینی طریقے پر استعمال کرنا ہی ایک گناہ اور جرم قرار پائیگا اور اوروں کا تو کیا ذکر خود اتر پردیش کی کانگریس کے گوشوں میں دستور کے دئے ہوئے حقوق کی مخالفت شروع ہو جائیگی۔

اس وقت تک بھی ہم یہہ سمجھہ رہے ہیں کہ علاقائی تحریک کی جو مخالفت شروع ہوئی ہے وہ زیادہ تر اس تحریک سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اے کاشکہ ہمارا یہہ گمان صحیح ہو۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ ذمہ دار حلقوں میں کسی صاحب نے کبھی یہہ کوشش نہیں کی کہ انجمن سے اس تحریک کے متعلق کچھہ دریافت کرتے **ہماری زبان اور قومی آواز** میں اس تحریک کے متعلق جو کچھہ شایع ہوتا رہا ہے اسکو بھی ان احباب نے غالباً نہیں پڑھا۔ لیکن اس بے خبری اور ناواقفیت کے باوجود رزولیوشن پاس کئے جا رہے ہیں اور علاقائی تحریک پر ہر قسم کے لغو اور بے معنی الزامات کی بوچھار کی جا رہی ہے۔ کیا اسکے یہہ معنے نہیں ہیں کہ مقصد اس وقت صرف مخالفت کرنا ہے، معاملہ کو سمجھنا اور حقیقت سے باخبر ہونا نہیں ہے۔ اپنے دوستوں کے سامنے اپنی ایک نیتی اور تحریک کے دستوری جواز کا ثبوت پیش کرنا خود اپنی توہین کرنا ہے۔ انجمن کے جنرل سکریٹری نے صوبہ کانگریس کے سکریٹری صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں کانپور کے رزولیوشن کا حوالہ دیکر علاقائی تحریک کی کافی وضاحت کردی ہے۔ لیکن جب یہہ خط و کتابت شائع کی جائیگی تو معلوم ہوگا کہ کانگریس کے اس گوشہ میں ذہنی کیفیت کیا ہے۔

بہر حال ہمیں اس سے غرض نہیں کہ دوسرے محاذوں پر علاقائی تحریک کی مخالفت کس شدت کے ساتھہ کی جا رہی ہے اور کی جائیگی۔ ہمیں زیادہ تر اتر پردیش کی کانگریس کے مزاج کی کیفیت دیکھنی ہے جسکی عمارت دستور و آئین کی ٹھوس بنیادوں پر کھڑی ہے اور جسکا اساس بعض اہم اصولوں پر مبنی سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف کرتی ہے اور انکو توڑ کر اردو کے خلاف جذباتی مظاہرے کرکے اپنے وقار کو برباد کرتی ہے تو اتر پردیش میں بہت سے پردے ہٹ جائینگے اور ہم بعض احباب سے صاف صاف کہہ سکینگے کہ فرقہ پرستی اور تعصب کا جو الزام انہوں نے علاقائی تحریک پر لگایا ہے وہ خود ان ہی پر عاید ہوتا ہے۔ یہہ اصولی بحث بہت دور تک جائیگی اور علاقائی تحریک ملک کی ایک بڑی خدمت انجام دیگی جب وہ تنگ دلی اور تنگ نظری کے گوشوں پر ڈالے ہوئے پردوں کو ہٹا دیگی۔

در حقیقت اس قسم کی مخالفین علاقائی تحریک کو محض اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کے مسئلہ سے بہت آگے لے جائینگی اور نہ صرف اتر پردیش میں بلکہ تمام ملک میں اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ اپنا بے عمل اور غیر منصفانہ مخالفتوں کی وجہ سے بالکل سامنے آجائیگا اس وقت یہہ تحریک محض انجمن ترقی اردو کی تحریک نہ رہیگی بلکہ ایک بہت بڑی عوامی تحریک ہوگی۔ جسکو خود آپکے نادان اور خود بین مخالف پیدا کردینگے۔ ہم مرکزی کانگریس کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ایک محض ایک صوبہ

کے لسانی مسئلہ کو جو صرف ملک کے دستور پر مبنی ہے اور جسکا تعلق صرف اُن حقوق سے ہے جو دستور نے اقلیتوں کو دئے ہیں، اقلیت واکثریت کے اویزش کے وسیع تر میدان میں نہ پھیلنے دے اور جن حدوں کے اندر علاقائی تحریک چلائی جارہی ہے اُسے اُن ہی حدود میں محدود رہنے دے۔ آزاد ہندوستان کے مفاد کا تقاضا یہہ ہے کہ مرکزی کانگریس اس صورت حال پر توجہ کرے اور اترپردیش کے بعض تنگ نظر نیتاؤں کو اسکا موقعہ نہ دے کہ وہ معمولی دستوری مسئلہ کو اپنے تعصبات کی شدت سے الجھا دیں۔

انجمن ترقی اُردو اور اُسکی علاقائی تحریک کا لنگر اسکے صاف اور واضح اصولوں پر قائم ہے اور وہ اصول یہہ ہیں کہ:-

(۱) ہر طبقہ اور ہر قوم کے اہل ملک کو ملک کی سرکاری زبان سیکھنی چاھئیے اور اسکی اعلی سرکاری حیثیت کو تسلیم کرنا چاھئیے اور

(۲) اسی کے ساتھہ ایک علاقائی زبان کی حیثیت سے اردو کو جو حقوق اترپردیش میں حاصل ہونے چاھئیں انکو حاصل کرنے کی جدوجہد تمام ممکنہ دستوری اور اپنی طریقوں سے اس وقت تک جاری رکھنی چاھئیے جب تک کہ اس تحریک کا مقصد حاصل نہ ہوجائے۔

ان دو اصولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اور جو لوگ ایک اصول کو دوسرے کا مخالف قرار دیتے ہیں انہوں نے انصاف اور حق کی انکھوں پر پردہ ڈالدیا ہے!!

ہندستان کے دوسرے صوبوں میں اردو اور ہندستانی زبان کے ہمدردوں سے بھی میں یہہ کہنا ہے کہ اترپردیش کی یہہ تحریک اب محض مقامی تحریک نہیں، وہ اب ایک "کل ہند" تحریک ہے اور اس لئے ہر صوبہ کی پوری تائید اسے حاصل ہونی چاھئے۔ ہم نے یہہ محسوس کیا ہے کہ بعض صوبوں میں ابھی تک یہہ خیال باقی ہے کہ یہہ معاملہ تو صرف اترپردیش کا ہے اس لئے دوسرے صوبوں سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت اسکے خلاف ہے۔ اترپردیش کی تحریک کے ساتھہ ہی ساتھہ بہار میں بھی یہہ تحریک جاری ہے اور کامیاب ہورہی ہے۔ اسی طرح ہر صوبہ کے ایسے علاقوں میں جہاں اُردو زبان کے بولنے والوں کی تعداد "قابل لحاظ" ہے اسکو علاقائی زبان تسلیم کرالینا ضروری ہے اس دستوری جدوجہد میں ایک صوبہ کی تائید دوسرے کو اور دوسرے کی تیسرے کو حاصل ہونی چاھئے اور یہہ سمجھہ لینا چاھئے کہ اُردو زبان کا مسئلہ کم وبیش تمام صوبوں کا مسئلہ ہے اور اسکی اہمیت کو کوئی ایسا صوبہ جہاں کسی بھی گوشے میں اُردو زبان رایج ہے نظرانداز نہیں کرسکتا۔ کریگا تو نقصان اُٹھائیگا۔

سید جالب مرحوم کا مزار

سید جالب مرحوم اردو صحافت کی دنیا میں ایک بہت نمایاں شخصیت رکھتے تھے۔ انھوں نے ساری عمر ملک کے بہترین اردو اخباروں کو کامیابی کے ساتھہ چلایا۔ کچھہ عرصہ تک مولانا محمد علی مرحوم کے اخبار ہمدرد کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ آخر میں لکھنؤ سے ہمدم جاری کیا جو ملک کا ایک موقر اخبار تھا۔ اسکے علاوہ ایک اردو صحیفہ نگار کی حیثیت سے مرحوم کا بڑا کام یہہ تھا کہ انھوں نے ملک کے سینکڑوں نوجوانوں کو صحیفہ نگاری سکھائی اور آج بھی آن سے زیادہ کسی صحیفہ نگار کے شاگرد ملک میں نہیں۔ انھوں نے اپنے چراغ سے سینکڑوں چراغ روشن کئے اور انکا یہہ کارنامہ کبھی نہیں بھولا

ہو سکتا۔

معاصر "حقیقت" نے اس افسوسناک واقعہ پر توجہ دلائی ہے کہ مرحوم کا مزار جو لکھنو میں ہے بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اسکی مرمت بہت ضروری ہے۔ معاصر موصوف نے اپیل کی ہے کہ کم از کم مرحوم کے احباب انکے مزار کی مرمت کا انتظام کریں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ جناب مرحوم کی خدمت میں یہہ ادنے ترین خراج تحسین ہے جو انکے وسیع حلقہ احباب کی طرف ادا کیا جانا چاہئے۔ اج بھی لوگوں کو یاد ہے کہ وہ کس درجہ کے صحیفہ نگار تھے انکی معلومات کی وسعت بے مثال تھی اور سنجیدہ صحیفہ نگاری کا جو معیار انہوں نے قائم کر دیا تھا وہ آج بھی بہت سے عوامی صحیفہ نگاروں کے لئے چراغ ہدایت ہو سکتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ معاصر حقیقت کی اپیل پر جلد سے جلد توجہ کی جائیگی۔ اردو زبان کے تمام حامیوں اور صحیفہ نگاروں کا یہہ اولین فرض ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

۔۔۔مدراس کی اسمبلی میں اندھرا والوں نے یہہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ صرف تلنگی زبان میں بات چیت کریں گے۔ یہہ گویا جداگانہ اندھرا صوبہ نہ بنانے کے خلاف احتجاج کی ایک صورت ہے۔ اب مدراس کے وزرا کو یہہ دقت پیش آرہی ہے کہ

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

سوالات اور تقریریں تلنگی زبان میں کی جاتی ہیں اور وزرا کا فہم ناقص معذور ہو جاتا ہے۔ اب مسئلہ یہہ درپیش ہے کہ اس صورت میں کیا کیا جائے۔

۔۔۔اندھرا کے لوگوں کا یہہ دعوے ہے کہ ان کی علاقائی زبان تلنگی ہے اور اسی کو سرکاری زبان ہونا چاہئے۔ وہ دن دور نہیں کہ تلنگی کے اہل قلم بھی ہندی کے خلاف محاذ پر نمودار ہو جائیں۔۔ لیکن اس تمام مسئلہ سے جس میں ایک علاقائی زبان کا سوال آگے آرہا ہے ہمارے اترپردیش کے لیڈر کوئی بھی سبق حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ مدراس کے وزرا کو یہہ مشورہ کیوں نہیں دیتے کہ تلنگی بولنے والوں سے صاف صاف کہدیا جائے کہ تلنگی تو کسی علاقہ کی علاقائی زبان ہی نہیں ہے!!

۔۔۔کتنا آسان ہو جائیگا اس جھگڑے کا طے ہو جانا!!

۔۔۔ڈاک خانہ کے متعلق یہہ سرکاری فرہنگ نمونہ بنا کر کلیے میں ڈال لینے کے قابل ہے:۔

ڈاک خانہ	........ڈاک گریا!
تاریخ	........دنانک!
مہر	........مدرانک
بھیجنے والا	........پریشا کرتا
پانے والا	........پرشک
کلرک	........لیپک

یہہ نئے منی آرڈر فارم میں جو ہندی میں چھاپے گئے ہیں۔ آپ ایسے نہ پڑھے جائیں اور سمجھ میں نہ آئیں تو منی آرڈر کا لین دین بند کر دیجئے۔

۔۔۔الہ آباد ۲۹ اکتوبر؛ کل ہند ساہتیا سمیلن کے سکریٹری اشتہارات شری پرہات شاستری نے ایک بیان میں کہا کہ جو لوگ اس وقت دستور ہند کی آڑ میں اردو علاقائی زبان کی حفاظت کر رہے ہیں وہ درحقیقت ہندی زبان کو کچلنے اور ختم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

موصوف نے کہا کہ یہہ مطالبہ محض جنون اور خبط کا نتیجہ ہے۔ بہت سے ہندی لکھنے والے لوگ بھی اس کی حمایت کر رہے ہیں لیکن وہ ہندی دنیا پر ایک بدنما داغ لگا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسکول، کالجوں میں اور زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو عربی

فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہہ نہیں کہ اُردو کو علاقائی زبان بھی تسلیم کر لیا جائے۔

جب ہندی زبان کو قومی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے تو پھر اس قسم کے نعرے غیر معقول ہیں اس کے معنی قومی اہانت ہے۔

موصوف نے اُردو دانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس قسم کے نعرے چھوڑ دیں کیونکہ اس سے خود ان کی تحریک کو نقصان پہونچے گا۔

ترقی پسند مصنفین کو جن کی کانفرنس الہ آباد میں پہلی دوسری نومبر کو ہو رہی ہے مخاطب کرتے ہوئے موصوف نے کہا کہ وہ لوگ ہرگز علاقائی زبان کی تحریک نہ چلائیں ورنہ اس سے سخت نقصان ہوگا اور ان کا مقصد ناکام رہے گا۔

۔۔۔یہہ ایک غزل ہے یا کوئی مرثیہ ہے؟

تبسم آفرین یہہ واقعہ ہے کہ دستور نے اُردو دانوں کے لئے انصاف کا ایک راستہ پیدا کیا تو یہی واقعہ ہمارے دوستوں کے لئے سخت کرب اور بیچینی کا باعث بن گیا۔ بدنصیب دفعہ ۳۴۷!!

ہندستان میں ہندی

[اس مسئلہ کا ایک رخ جس پر بمبئی کے رسالہ "انڈین لٹریچر" نے اپنے تاثرات ظاہر کیئے ہیں]

ہندی ایک بڑی زبان ہے جس کی روایات شاندار ہیں لیکن آج ہندستان میں غیر ہردلعزیز بنایا جا رہا ہے۔ دو باتیں اس کا سبب ہیں۔ ایک یہہ کہ اس زبان کو لازمی سرکاری زبان بنا کر دوسری زبانوں پر مسلط کیا گیا ہے جو اتنی ہی بڑی بلکہ زیادہ قدیم ہیں۔ اور دوسرا سبب یہہ ہے کہ نئی دہلی کے جاہل اقتدار پسندوں نے اس زبان میں راشٹر بھاشا کے نام سے تمسخر انگیز جدتیں پیدا کی ہیں۔ دستور کے ہندی ترجمہ کے قصے تو عام طور پر مشہور ہیں۔ عام ادیبوں کا تو ذکر ہی کیا ہے جو اس کو سمجھہ ہی نہیں سکتے۔ وہ ترجمہ ہندی کے ایسے بڑے حامیوں نے بھی پسند نہیں کیا جیسے کہ مہاپنڈت راہول سنکرتاین ہیں۔ اسی طرح آل انڈیا ریڈیو میں جو زبان بولی جاتی ہے وہ اس قدر مصنوعی اور واہیات ہے کہ شمالی ہند کے اکثر لوگ اس کے مقابلہ میں پاکستان کے ریڈیو کو سننا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح جنوبی ہندستان میں گووا اور سیلون کا ریڈیو زیادہ سنا جاتا ہے۔

اس مصنوعی زبان کی تازہ ترین مثال جو دوسری مثالوں سے بھی بڑھ گئی یہہ ہے کہ اب ہندی میں جو منی آرڈر فارم چھاپے گئے ہیں اور نہایت تمسخر انگیز ہیں۔ ان میں پوسٹ آفس کا ترجمہ عام فہم ڈاکخانہ کے بجائے "ڈاک کریالیا" کیا گیا ہے۔ ایسے سادہ الفاظ جیسے کہ "تاریخ" اور "مہر" وغیرہ ہیں اور عام طور پر سمجھے جاتے ہیں اور ہندی کی ہر کتاب اور ڈکشنری میں عام طور پر پائے جاتے ہیں اب اس طرح بدل لیے گئے ہیں کہ "تاریخ" "دنانک" بن گئی اور "مہر" "مدرانک" ہو گئی اسی طرح "کلرک" اور "پے ای" اور "ریمٹر" جیسے عام الفاظ نے یوں چولا بدلا ہے کہ کلرک کو کلرک نہیں رکھا حالانکہ اس سے زیادہ عام فہم کوئی لفظ نہیں۔ اور "پے ای" کا سادہ ترجمہ "پانے والا" اور "ریمٹر" کا ترجمہ "بھیجنے والا" پسند نہیں کیا گیا۔ بلکہ انکے بجائے کلرک تو "لیپک" ہو گیا اور "بھیجنے والا" "پراپتا کرتا" ہو گیا اور "پانے والا" "پریشک" بن گیا۔ نتیجہ یہہ ہے کہ منی آرڈر کا فارم بھی سنسکرت کی ایک دستاویز بن گیا یہہ توڑ پھوڑ صرف اس لئے کی جا رہی ہے کہ اُردو کے جو الفاظ عام طور پر استعمال ہو رہے ہیں وہ نکالے جائیں۔

ان لفظوں کو زبان سے نکالنے اور

انکے بجائے مصنوعی یا مردہ لفظوں کو داخل کرنے کی کوشش نہایت مضرت رساں ہے اور وہ قدامت پرستی کا ثبوت ہے۔ اسکے معنے تو ہیں کہ زبان کی قدرتی ترقی کے اس عمل کو پسپا کردیا جائے جو صدیوں سے جاری ہے۔ وہ لوگ جو ایسا کررہے ہیں خواہ وہ کچھہ ہی کہیں ہندی کے ہرگز حامی نہیں ہیں۔ وہ لوگ جو اہل ملک کو انکی روٹی اور آزادی سے محروم کرتے ہیں انکی زبان کی حفاظت نہیں کرسکتے۔ اب یہہ کام ہندی بولنے والے ترقی پسندوں اور خصوصاً اہل قلم اور تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے کہ وہ ہندی زبان کی حفاظت کریں۔ اور ایسا وہ اس وقت تک نہیں کرسکتے جب تک کہ وہ حاکمانہ اقتدار کے حلقوں کی قدامت پرستانہ حرکتوں کو نہ روکیں جو وہ سیاست، کلچر اور زبان کے معاملہ میں کررہے ہیں۔

انجمن کی خبریں

کانپور

پروفیسر عبدالعزیز صاحب انصاری ایم۔اے جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کانپور مطلع فرماتے ہیں کہ:-

حلیم مسلم کالج کے ہردلعزیز پرنسپل جناب محمد احمد رضوی صاحب صدر انجمن ترقی اردو کانپور نے مولانا حفظ الرحمن صاحب اور مرکزی انجمن کے نمایندہ خصوصی خیر بہوروی صاحب کی تشریف آوری کے موقع پر ایک عصرانہ دیا اور انجمن ترقی اردو کانپور کو کامیاب تر بنانے کا وعدہ فرمایا۔ خیر صاحب کی تحریک اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تائید سے الحاج ایس۔ایم بشیر صاحب بار ایٹ لا کانپور کو انجمن کا سرپرست بنایا گیا۔ آخر میں نشور واحدی صاحب اور مولانا انور صابری صاحب نے اپنے مخصوص رنگ کے کلام سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

حیدرآباد انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے ایک وفد نے ۲۲ ستمبر کو ساڑھے تین بجے مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت ہند سے ملاقات کی اور حیدرآباد میں اردو زبان کی موجودہ حالت اور آیندہ حیثیت کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی۔ بدلے ہوئے حالات میں اردو زبان کو جو مشکلات پیش آرہی ہیں ان سے وزیر تعلیمات کو واقف کرایا گیا۔ مولانا نے وفد کی گذارشات کو بڑی توجہ اور ہمدردی سے سنا اور جلد ایک نوٹ پیش کرنے کی ہدایت کی۔

اس وفد میں نواب اکبر یار جنگ صدر انجمن، مسٹر حبیب الرحمن معتمد اعزازی، مسٹر غلام یزدانی، پروفیسر ہارون خان شیروانی، مسٹر ایم نرسنگ راؤ، محمد فضل الرحمن اور نواب سعید یار جنگ شامل تھے۔

۷ اکتوبر کو انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے ایک وفد نے صدر انجمن نواب اکبر یار جنگ بہادر کی قیادت میں کل چیف منسٹر مسٹر بی رام کرشنا راؤ سے ان کی قیام گاہ "دلکشا" میں ملاقات کی اور ریاست حیدرآباد میں اردو زبان کے مستقبل کے بارے میں ایک یادداشت پیش کی۔ وفد نے اس بات پر اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ باوجود ریاست کی ایک اہم زبان ہونے کے اردو کی یہاں کوئی حیثیت متعین نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے ریاست کے

ان لاکھوں باشندوں کو جن کی مادری زبان اردو ہے طرح طرح کی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ چیف منسٹر نے وعدہ کیا کہ جن امور کی جانب یادداشت میں توجہ دلائی گئی ہے ان پر پوری ہمدردی کے ساتھ غور کیا جائے گا اور ان کا منصفانہ فیصلہ کیا جائے گا۔

وفد کے دوسرے ارکان پروفیسر ہارون خان شیروانی، مسٹر ایم نرسنگ راؤ، مسٹر محمد فضل الرحمن، نواب سعید جنگ بہادر، مسٹر غلام یزدانی اور مسٹر حبیب الرحمن تھے۔

اپنے دیس کی خبریں

علی گڈھ ۱۰ نومبر کی سہ پہر کو انجمن کے جنرل سکریٹری نے زنانہ کالج کی بزم اردو کو مخاطب کیا اور زنانہ کالج کی طالبات کو اردو زبان کی علاقائی تحریک پر توجہ دلائی۔ طالبات نے بہت توجہ سے جنرل سکریٹری کی تقریر کو سنا اور پورے جوش کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ دستخط فراہم کرنے کی مہم میں تمام ممکنہ جدوجہد کرینگی۔ کالج کی وسیع الخیال پرنسپل صاحبہ نے بھی وعدہ فرمایا کہ وہ طالبات کے اس کام میں ان کی رہنمائی کرینگی۔ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا اور استادوں میں بھی ایسی کوئی تحریک شروع ہوسکتی ہے یا نہیں اور نہیں ہوسکتی تو کیوں؟ اس سوال کا جواب جنرل سکریٹری صاحب کو دینا چاہئے۔

(نامہ نگار)

مسلم یونیورسٹی یونیورسٹی یونین کے نئے وائس پریسیڈنٹ مسٹر احمد سعید نے اپنی افتتاحی تقریر میں اردو زبان کے متعلق یونیورسٹی کے طلبا کے احساسات کی نمایندگی کرتے ہوئے کہا کہ:-

"زبان کا سوال تہذیب اور تمدن کے بنیادی سوالوں میں سے ایک ہے۔ یہ سوال قوموں کی زندگی کا سوال ہے۔ زبان کے ذریعہ سے عوام کے احساسات اور ارادوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں جہاں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں اردو بھی ایک زبان ہے دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت اردو زبان کا یہ حق کہ اسے ملک میں علاقائی زبانوں میں شمار کیا جائے تسلیم کیا گیا ہے تب اردو کو ہندستان کی جمہوریہ سے نکالنے کی کوشش کس قدر تمسخر انگیز ہے۔ تنگ دلی اور تنگ نظری کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔ لیکن مجھے اردو زبان کے مستقبل کے متعلق ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے۔ یہ زبان درحقیقت اس ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد کے ایک جذبہ کی پیداوار ہے وہ عوام کی زبان ہے اور عوام خود ہی اپنی کوششوں سے اس کی حفاظت اور ترقی کے ذریعہ پیدا کریں گے۔"

مسٹر احمد سعید کے بعد مسٹر [illegible] نے جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اب اردو زبان کی ترقی کے حامی ہیں اس معاملہ میں ہم سب لگے ہوئے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اردو زبان کی ترقی محض جوش آہنگ تقریروں سے نہیں ہوسکتی بلکہ ٹھوس کاموں ہی سے ہوسکتی ہے۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ یونین کے بجٹ میں اردو کے متعلق تحقیقات اور اسکی ترقی کی کوشش کرانے کے لئے دو ہزار روپیہ محفوظ کئے جائیں۔ آج پہلے سے بھی زیادہ تعمیری کاموں کی ضرورت ہے۔"

علیگڈھ | ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۲ ع کو عالمی آردو کانفرنس علی گڈھ کے شعبہ خواتین کا ایک اہم اجلاس کوٹھی الرحمن میں زیر صدارت محترمہ ممتاز حیدر پرنسپل مسلم گرلس کالج علی گڈھ منعقد ہوا۔ فوق کریمی صاحب کنوینر نے کانفرنس کے مقاصد کی وضاحت کی جس کی تائید میں جامعہ آردو کے رجسٹرار جناب سید محمد ظہیر الدین صاحب علوی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے ایک مبسوط تقریر فرمائی اور بتایا کہ زبان کا مسئلہ بڑا اہم ہے اس کا حل سوچنا ہمارا سب سے بڑا قومی اور ملکی فرض ہے۔ اور خواتین پر اس کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے اس لئے کہ بچہ سب سے پہلے زبان اپنی ماں کی گود میں سیکھتا ہے۔

آخر میں مجلس خواتین کی ایک عارضی کمیٹی بنائی گئی جس کی صدارت محترمہ ممتاز جہاں حیدر نے قبول فرمائی۔ اور سکریٹری کا عہدہ بیگم محمد زبیر ایم۔اے نے منظور کیا اور طے پایا کہ یہہ کمیٹی دوسرے عہدے داروں کا انتخاب کرائے۔ جلسہ میں شریک ہونے والی محترم خواتین میں چند قابل ذکر یہہ ہیں جنہوں نے کانفرنس کے اس شعبہ کو کامیاب بنانے کا عہد کیا ہے۔

(۱) جنابہ سلطانہ صاحبہ ایم۔اے۔ بی۔ٹی۔
(۲) جنابہ محمودہ ظہور صاحبہ ایم۔اے۔بی ٹی
(۳) جنابہ طاہرہ ضیاالحسن ایم۔اے۔بی ٹی
(۴) جنابہ عائشہ اختر صاحبہ بی۔اے
(۵) جنابہ بیگم مجیب بی۔اے۔بی۔ٹی
(۶) جنابہ قیصر قریشی نگران ویمنز لکچرار مسلم گرلس کالج علی گڈھ
(۷) جنابہ زاہدہ زیدی بی۔اے
(۸) جنابہ بیگم ڈاکٹر ایس۔اے رحمن
(۹) جنابہ بیگم فوق کریمی
(۱۰) جنابہ بیگم صابر قیصر زیدی صاحبہ

اردو ادب
(بھارت جیوتی کا تبصرہ)

......گذشتہ ۵۰ سال میں انجمن ترقی آردو نے آردو کے لئے بہت ٹھوس کام کیا ہے اور ادبی و تہذیبی موضوعات پر بہت سی کتابیں شایع کی ہیں۔ **ہماری زبان** انجمن کا پندرہ روزہ اخبار جو آردو کے مشہور ادیب قاضی محمد عبدالغفار کی ادارت میں شایع ہوتا ہے۔ اور اردو ادب جو انجمن کا سہ ماہی رسالہ ہے آل احمد سرور صاحب کی ادارت میں جو آردو ادب کی ایک نمایاں شخصیت ہیں جاری ہے۔

اردو ادب کی جلد ۳ کے نمبر ۱ نے اپنا اونچا معیار قایم رکھا ہے۔ ایسے اہل علم کے مضامین جیسے کہ نجیب اشرف ندوی، جناب مالک رام، اسلوب احمد اور مجنوں گورکھپوری ہیں آردو کی قدر و منزلت اور اس کے خزانہ میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس اشاعت میں نجیب اشرف ندوی صاحب کا مضمون "بمبئی میں آردو" بلاشبہ اہل بمبئی نے آردو کی جو خدمت کی ہے اس کے متعلق ایک علمی تحقیقات ہے۔

یہہ علمی کام اور بھی زیادہ ہمہ گیر ہو جاتا اگر قابل مصنف آن ٹھوس ادبی کاموں کا بھی ذکر کر دیتے جو ۱۸۰۰ ع سے آردو کے متعلق سنیٹ اکسیویر کالج میں ہوتا رہا ہے۔

صحیح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ بمبئی کا یہہ کالج آردو کی ترقی کے کاموں میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو کبھی فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی تھی۔

بہر حال بحیثیت مجموعی یہہ رسالہ قابل قدر و قابل تحسین ہے۔

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی آردو (ہند) علی گڈھ سے شایع کیا۔